© rasailojaraid.com

مدارس دینیہ کی اسناد

قاری سعید الرحمٰن

متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے الیکشن میں بھاری تعداد سے علماء کی کامیابی پر لادین عناصر سخت پریشان ہیں۔ واشنگٹن اور لندن کے ایوان ہائے حکومت کے لیے یہ بڑا دھچکا ہے۔ یہ دونوں مراکز پوری دنیا کے مخالف اسلام لابیوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ وہاں سے ان کی مالی اور اقتصادی امداد کی جاتی ہے۔ فکری اور نظریاتی طور پر ان کی آبیاری کی جاتی ہے۔ اس لیے ان مراکز کے اشاروں پر مجلس عمل کے خلاف پوری دنیا میں مہم چلائی گئی۔ کبھی "طالبانائزیشن" سے تعلق جوڑ کر دہشت گردی کی پھبتی کسی گئی، کبھی کہا گیا کہ یہ "ان پڑھ" ہیں اور یہ "ان پڑھ" موجودہ دور میں حکومت کیسے کر سکتے ہیں؟ نیز اسمبلیوں میں قانون سازی کے لیے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں جب کہ حال ہی کی تاریخ میں ان "ان پڑھ طالبان" نے ایک ایسی حکومت قائم کی تھی جس میں افغانستان جیسے کثیر القبائل ملک میں ایسا مثالی امن وامان قائم کیا جس پر پوری دنیا حیران رہ گئی۔ ان "ان پڑھوں" کے لیڈر کے ایک حکم سے منشیات کا یکسر خاتمہ ہو گیا، جہاں منشیات کی پیداوار کا گراف پوری دنیا میں سب سے اونچا تھا، اب صفر تک گر گیا۔ یہ وہ "ان پڑھ" ہی تھے جن کی موجودگی میں پاکستان کی مغربی سرحد بالکل محفوظ تھی اور مہمند ایجنسی جیسے آپریشن کی ضرورت کبھی نہیں پڑی تھی۔ ان کے اقتدار کے وقت افغانستان پاکستانیوں کا اپنا وطن تھا اور پاکستان افغانیوں کا۔ لیکن ہم نے ان "ان پڑھوں" کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا اور نام نہاد دہشت گردی اور امن کے نام پر ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ جب انھوں نے سمجھا کہ دنیا کے بڑے دہشت گرد امریکا کا مقابلہ اس کی سائنسی اور فوجی فوقیت کی وجہ سے مشکل ہے تو قرآنی ہدایت کے مطابق ایک "مناسب وقت" کے انتظار میں پیچھے ہٹ گئے۔ بہر حال بات ہو رہی تھی کہ متحدہ مجلس عمل کے ارکان اسمبلی کو "ان پڑھ" لوگوں کی فہرست میں شامل کر کے نشستوں سے محروم کرنے کی ایک گہری سازش ہو رہی ہے۔ نہ معلوم اس سازش کا انجام کیا ہوگا، کہیں کنواں کھودنے والے خود اس کنوئیں میں نہ گر جائیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا علماء پہلی مرتبہ اسمبلی میں آئے ہیں؟ یا اس سے قبل وہ ان ایوانوں کے مکین رہے ہیں؟ قیام پاکستان کے فوراً بعد نیشنل اسمبلی میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ ممبر تھے اور آپ نے قرارداد مقاصد مرتب کی اور اس اسمبلی میں پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم نے قرارداد مقاصد کو پیش کر کے پاس کرایا۔ پاکستان کے دولخت ہونے سے پہلے متحدہ پاکستان کی اسمبلی میں مشرقی پاکستان کے بہت سے علماء ممبر رہے۔ جن میں مولانا اطہر علی اور مولانا شمس الحق فرید پوری، مولانا پیر محسن الدین کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد ہماری اسمبلیوں میں مولانا مفتی محمود، مولانا عبد الحق، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ اور مولانا شاہ احمد نورانی جیسے علماء کی خدمات اب بھی ریکارڈ پر ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ پر بحث میں ان علماء کا کردار قوم سے مخفی نہیں۔ رکنیت کے علاوہ وزارت علیا پر مفتی محمود صاحب کا فائز ہونا دلیل ہے کہ علماء سیاست کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہیں۔ قومی اتحاد کی تحریک میں سیاسی پارٹیوں کا ایک عالم دین مفتی محمود رحمہ اللہ کی قیادت پر متفق ہونا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

پاکستان کے علاوہ ہندوستان کی پارلیمنٹ میں مولانا حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ صاحب جیسے علماء کی موجودگی دلیل ہے کہ ایسے کثیر القومی ملک میں ایک عالم دین کس طرح ملک و قوم کی ترجمانی کا حق ادا کرتا ہے۔ آپ کے سوانح نگار محمد سلیمان صابر صاحب کا کہنا ہے کہ "حصول آزادی کے بعد سب سے اہم کام یہ تھا کہ ملک (ہندوستان) کو ایک ایسا جمہوری آئین دیا جائے کہ بلا تخصیص مذہب کسی باشندے کو کسی دوسرے پر فوقیت یا برتری حاصل نہ ہو

© rasailojaraid.com

بلکہ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ یہ مولانا حفظ الرحمن رحمہ اللہ جیسے ممبران کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ملک کو ایک سیکولر آئین دیا گیا۔ مولانا پارلیمنٹ میں صرف مسلمانوں کے نمائندہ بن کر نہیں گئے تھے بلکہ وہ پوری قوم کے نمائندے تھے۔ اس لیے کہ قومی بنیاد پر ہی ان کا انتخاب عمل میں آیا تھا لیکن جہاں کہیں اقلیت کے ساتھ بے انصافی دیکھی، انھوں نے اس کے خلاف آواز اٹھانا اپنا فرض سمجھا۔"

آئین پاکستان میں بہت سی دفعات کا تعلق اسلام کے ساتھ ہے۔ چنانچہ آئین کے آرٹیکل ۲ میں کہا گیا ہے کہ اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔ آرٹیکل ۳۱ میں اسلامی طریق زندگی کے تحت کہا گیا ہے کہ "پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔" آرٹیکل نمبر ۲۲۷ میں "قرآن پاک اور سنت کے بارے میں احکام" کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ "تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔"

آئین کی ان اسلامی دفعات کو سمجھنے اور ان کے مطابق قانون سازی کے لیے اگر علماء نہ ہوں گے تو کیا گریجویٹ ان گتھیوں کو سلجھائیں گے؟ دراصل فہم اسلام کو ایک مذاق سمجھ لیا گیا ہے اور ہر شخص "ملا" کی آڑ میں اسلام پر طعنہ زن ہے اور اسلام کی تعبیر میں اپنے کو "عقل کل" سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس ملک کے نام کے ساتھ لفظ "اسلامی" ہم نے رکھا ہے تو اس کے کچھ تقاضے بھی ہمیں پورے کرنے ہوں گے، کچھ علم اور اسلام کی لاج رکھنی ہوگی۔ اسلام کو بازیچہ اطفال نہ بنایئے اور غیر مسلموں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنے ایوانوں سے اسلام کو خارج نہ کیجیے۔ علماء نہ اس ملک کے دشمن ہیں نہ آئینی اور جمہوری اداروں سے الرجک ہیں۔ ان کی ایک تاریخ ہے اور یہ تاریخ چودہ سو سال کی ہے۔ ان کی تعلیم گاہوں کا سرچشمہ مدینہ منورہ ہے جہاں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بنی ظفر کے ایک وسیع مکان میں سیدھے سادے مگر اسلامی دنیا کے بہترین مدرسہ کا افتتاح کیا۔ فخر المدارس چونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی کا فخر رکھتا تھا اس لیے حضرت معصب رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین کی تعلیم و دعوت سے چند ہی روز میں تمام مدینہ کو اسلام سے منور کر دیا اور بقول حضرت مولانا میاں اصغر حسین استاذ حدیث دار العلوم دیوبند کے کہ "ہمارے فخر المدرسین حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ معلم الاسلام والمسلمین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ منورہ میں تشریف لا کر اس تعلیم گاہ کو تمام دنیا کے لیے سرچشمہ رحمت وہدایت بنا دیا۔"

دینی علم کے بغیر اسلام کے مطابق قانون سازی صرف خواب وخیال ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں مجلس شوریٰ نے جب اسلامی قوانین کی تدوین میں پیش رفت کی اور قانون شہادت، قصاص و دیت وغیرہ کو مرتب کیا جا رہا تھا تو چند ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے سربراہ ایک وزیر صاحب تھے۔ دوران بحث ایک شق کے بارے میں، میں نے کہا کہ اس کو "حذف" کر دیں تو وزیر صاحب نے فرمایا کہ قاری صاحب صحیح کہہ رہے ہیں، اس کو "ہضم" کر دو۔ بہت سے ممبران اس جملہ کو سن کر زیر لب مسکرانے لگے۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ قوانین کو اسلامی بنانے کی کمیٹی کے سربراہ وزیر کو "حذف" اور "ہضم" کا فرق معلوم نہیں تو وہ کیا رہنمائی کر سکے گا؟

مدارس دینیہ کا شجرۂ نسب بہت قدیم ہے۔ ان کی اسناد کی اہمیت لارڈ میکالے کی روحانی ذریت کے سامنے شاید کچھ نہ ہو لیکن ملک کو ان کی ضرورت ہے۔ خدارا! غیروں کے کہنے پر علماء کے ساتھ اس تعصب کو چھوڑیں، وہ دیگر طبقوں سے زیادہ ملک و ملت کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com